Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:9 (1974)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

پچھلے مہینہ یعنی محرم ۱۳۹۴ ھجری (فروری ۱۹۷۴ء) کا سب سے اھم واقعہ لاھور میں مسلم حکومتوں کے سربراھوں کا اجتماع ہے۔ یہ کانفرنس ۳۰ محرم (مطابق ۲۲ فروری) کو شروع ھوئی اور تین روز تک جاری رھی، اس میں ۳۷ مسلم حکومتوں کے سربراھوں یا ان کے نمایندوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس سربراھوں کی دوسری کانفرنس تھی، پہلی کانفرنس ۲۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کو بمقام رباط منعقد ھوئی تھی اس میں ۲۵ ممالک نے شرکت کی تھی۔ رباط کانفرنس کے بعد سے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کا کئی بار اجتماع ھوچکا ہے۔ اس سلسلہ میں آخری اجتماع ۲۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو بنغازی (لیبیا) میں ھوا تھا جس میں ۲۶ ممالک نے شرکت کی تھی۔

لاھور کی حالیہ کانفرنس شریک ممالک کی تعداد، اور دوسرے بہت سے وجوہ سے سب سے بڑی اور سب سے زیادہ اھم کانفرنس تھی۔ اس سے قطع نظر کہ اس کانفرنس میں کیا کیا تجاویز منظور کی گئیں، خود اس بات ھی کو بڑی اھمیت حاصل ہے کہ مسلم ممالک کے سربراہ ایک جگہ پر بیٹھ کر اپنے سامنے آنے والے مسائل پر غور کریں اور سوچیں کہ ھم ایک دوسرے کے ساتھ پر خلوص تعاون کرکے امن عالم کی کس قدر عظیم اور بے مثال خدمت انجام دے سکتے ھیں۔ کیا اس طریقۂ کار اور اس خط فکر کو عالمی مسائل کے حل کرنے میں کچھ کم اھمیت حاصل ہے؟ دنیا میں آزاد مسلم ممالک کی تعداد ۴۰ ہے اگر یہ لوگ عزم صمیم کرلیں کہ ھم ایک دوسرے کے ساتھ اسلامی اخوت، باھمی تعاون اور صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کریں گے تو امن عالم کی اس سے بڑھ کر اور کیا خدمت ھو سکتی ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

ادارۂ اقوام متحد کی تنظیم جنگ و جدال، قتل و خوں‌ریزی اور تباھی و بربادی سے تنگ آنے کے بعد ۱۹۴۵ء کے منشور کے بموجب عمل میں آئی تھی، اور تنظیم کا مقصد قیام امن اور تحفظ امن ھی بتایا گیا تھا۔ اگرچہ اس کے جو لوگ کرتا دھرتا تھے ان کے دلوں کا کھوٹ رنگ لایا اور یہ عالمی ادارہ چند بڑی عالمی طاقتوں کا بازیچۂ ھوس بن کر رہ گیا۔ لیکن مقصد ھمیشہ یہی بتایا گیا کہ ھم حفاظت امن کے لئے کام کر رھے ھیں۔ یہودیوں نے سمجھا کہ یہودی خفیہ پروٹوکول نمبر ۱۰ میں زیر انتداب صیہونیت جس عالمی حکومت کا خواب ۱۸۹۶ء میں دیکھا گیا تھا اس کی تعبیر ادارۂ اقوام متحدہ کی شکل میں ظاھر ھوئی۔ اور ایسا سمجھنے میں انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ادارۂ اقوام متحدہ کی منظورہ تجاویز اور اس کے کارنامے دنیا کی مختلف زبانوں میں بہ کثرت ملتے ھیں۔ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ صرف ایک ھی اھم تجویز ایسی ملے گی جس پر بڑی عالمی طاقتوں کا اتفاق ھے۔ اور وہ تجویز ھے فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کی تجویز و تائید۔ اور آجکل تو ادارۂ اقوام متحدہ کے موجودہ سکریٹری جنرل بھی ایک یہودی مدبر ھیں۔ اب کون کہہ سکتا ھے کہ ادارۂ اقوام متحدہ کو پروٹوکول نمبر ۱۰ کے خواب کی تعبیر قرار دینے میں یہودیوں نے کوئی غلطی کی تھی۔

ادارۂاقوام متحدہ کی تنظیم کرنے والوں کے دلوں میں کیا چھپا تھا، اس کے اثرات تو پچھلے تیس سال سے دنیا دیکھ ھی رھی ھے، البتہ یہ امید قایم کرنے میں دنیا حق بجانب ھے کہ دو تین سال قبل نقلی چین کے بجائے اصلی چین ادارۂ اقوام متحدہ کا رکن ھوگیا ھے، اس لئے شاید اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی رونما ھوجائے لیکن ایسا معلوم ھوتا ھے کہ سیاسیات کے گرگان باراں دیدہ چین کی آواز کو بزم شغالاں میں پیانو کی آواز بنانے کی سعی سے باز نہیں آئیں گے۔

بہرحال ! ادارۂ اقوام متحدہ نے اپنے منشور میں جس مقصد عظیم کا اعلان کیا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ موثر اور مفید خدمت مسلم سربراہان مملکت انجام دے رہے ہیں ۔ اور حق یہ ہے کہ ان کو یہ خدمت انجام دینی ہی چاہئیے۔ اوروں کے لئے قیام امن کا دعویٰ یا اس کی تدبیر ملکی و عالمی مصالح کی فہرست میں آتا ہے لیکن ایک مسلمان کے لئے تو یہ اس کا مذہبی و ایمانی فریضہ ہے کہ آپس میں صلح و آشتی، باھمی تعاون اور ایسی یکجہتی قایم رکھے تاکہ سارے فتنے اور بدامنیاں اس کے مقابلہ میں دب جائیں، اور اللہ کی زمین پر امن و امان قایم ہوجائے۔

حج بیت اللہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ اس کے روحانی فواید جو حج کرنے والوں کو انفرادی طور پر حاصل ہوتے ہیں یقیناً بہت بڑے اور عظیم الشان فواید و برکات ہیں ۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ایک بے مثال سالانہ اجتماع بھی تو ہے جس سے مسلمان باھمی تعاون اور یکجہتی پیدا کرکے امن عالم کی موثر خدمت انجام دے سکتے ہیں ۔ کاش کہ مسلمان اجتماع حج سے یہ فائدہ بھی حاصل کرتے۔

ویسے تو مسلمان ہمیشہ ہی سے یہ سوچتے رہے ہیں کہ دنیا میں قیام امن کی خدمت انجام دینے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں متحد ہوکر ایک آواز ہو جانا چاہئیے۔ دنیا کے کسی خطہ کے مسلمان سے پوچھ کر دیکھ لیجئیے ہر جگہ کے عامۃ المسلمین ایسے اتحاد کو ایک فریضہ ہی سمجھتے ہیں لیکن بدقسمتی سے قیادت اکثر و بیشتر ایسے تنگ نظر منافقوں اور بدکردار فاسقوں کے ہاتھوں میں آتی رہی کہ وہ اپنے ذاتی، خاندانی اور مقامی مفادات پر اسلامی تعلیمات کو قربان کرتے رہے۔ ۱۹۴۵ء کے بعد سے یورپ کا مستعمراتی نظام اپنے طویل سکرات الموت کے بعد دم توڑنے لگا۔ ایشیا اور افریقہ کے ممالک آزاد ہونے لگے۔ اور ان ممالک میں زیادہ تر مسلم ممالک ہیں ۔ اس وقت

اتحاد کا یہ خیال بھی تیز تر ہونے لگا۔ عوامی سطح پر کچھ نہ کچھ لوگ ہر جگہ اس کے لئے بولنے، لکھنے اور جماعتیں قایم کرنے لگے۔ یورپ کے اماماں سیاست کو اور خصوصیت کے ساتھ یہودیوں کو اس کا خطرہ پہلے ھی سے تھا۔ انھوں نے اس کے خلاف تدبیریں کیں، کہیں ایک علاقہ کو دوسرے علاقہ کے خلاف تیار کیا، چھوٹے چھوٹے ممالک بنائے، اور کہیں علاقائی و نسلی تنظیمیں قایم کیں، اور عالم اسلام کے عین قلب میں یہودیوں کی حکومت اسرائیل کا ناسور پیدا کردیا۔ حکومت برطانیہ نے بیٹھے بٹھائے مصر پر چڑھائی کرکے اسے کمزور کیا۔ یہاں تک کہ ۱۹٦۷ء کے جون میں یہودیوں نے مصر، شام اور اردن پر حملہ کرکے ان کا بہت سا علاقہ دبا لیا۔ یہودی اگر یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ ان کی حکومت قایم توکر دی گئی مگر اس حکومت کے پاس رقبۂ زمین صرف چار ہزار مربع میل تھا، اور منصوبہ تھا دنیا کے دو کروڑ یہودیوں کو وھاں بسانے کا۔ ظاھر ھے کہ زمین ربڑ نہیں ھے کہ اسے کھینچ کر بڑا کرلیں۔ اس لئے یہودیوں کا یہ منصوبہ پہلے بھی تھا اور اب بھی ھے کہ گردوپیش کے علاقے، لبنان، مصر، شام، اردن اور سعودی عرب سے لے کر اپنے منصوبہ کی تکمیل کریں۔ یہ کام بغیر جنگ و خوں‌ریزی کے کہاں ممکن ھے؟ اگر اس کام کے صرف مال و دولت کے ذریعہ ھوجانے کی امید ھوتی تو یہودیوں کے لئے مال کی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن ظاھر ھے کہ یہ مقصد صرف جنگ ھی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ھے، اس لئے حکومت اسرائیل ھر وقت آمادۂ پیکار رھتی ھے۔ اور ھمیشہ رھے گی۔ ادارۂ اقوام متحدہ ابھی تک امریکہ کا خانہ زاد ادارہ ھے، اس سے جنگ و جدال کو روکنے کی امید کو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ھے کہ ع

سادگی تو دل نادان کی دیکھے کوئی
اس کو قاتل ھی سے امید وفاداری ھے

۱۹٦۷ء کی جنگ اسرائیل کے بعد سے دو سال تک مسلمانوں کو مختلف تجاویز اور گفت و شنید کے پھندوں میں الجھائے رکھا گیا تا کہ اتنی مدت میں اسرائیل کی حکومت اپنے جدید مغصوبہ علاقوں میں زیادہ مضبوط قدم جمالے۔ لیکن تابہ کے؟ اب مسلمانوں پر بھی پوری طرح نہ سہی کچھ نہ کچھ راز تو کھلنے ھی لگا تھا۔ اس وقت انھیں نظر آیا کہ جب تک خود مسلمان ایک دل نہ ھوجائیں قیام امن کی امید پوری نہیں ھوسکتی۔ اس طرح پہلی مسلم سربراہ کانفرنس ۲۲ ستمبر ۱۹٦۹ء کو (المغرب) کے دارالحکومت شہر الرباط میں ھوئی جس میں ۲٥ مسلم ممالک نے شرکت کی۔ اس کے بعد سے مسلم ممالک کے وزارتی سطح پر سات اجتماعات ھو چکے ھیں اور کسی نہ کسی انداز میں مسلمانوں کے مابین اتحاد کو ضروری سمجھ کر کچھ نہ کچھ کام ھوتا رھا ھے۔ اب لاھور میں دوسری کانفرنس ھوئی ھے اور اب تک کے ھر اجتماع سے زیادہ وسیع پیمانہ پر ھوئی ھے۔ اللہ کرے کہ اب اس کے بعد مسلمان کوئی مضبوط عملی قدم بھی اٹھائیں۔

اکثر مسلمان ممالک ابھی ابھی آزاد ھوئے ھیں۔ غیر ترقی یافتہ ھیں اور عددی طاقت کے سوا ابھی ان کے پاس کچھ بھی نہیں ھے۔ لیکن ان ساری واماندگیوں کے باوجود یہ اگر عزم صمیم کے ساتھ کوئی اقدام کریں اور صرف عدم تعاون سے بھی کام لے سکیں تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو جو بدامنی پیدا کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتی ھو، اپنا وطیرہ بدلنا ھی پڑے گا۔ ھر ملک کے مسلم عوام تکلیفیں جھیل کر، مصیبتیں برداشت کرکے اور ھر طرح کی قربانیاں پیش کرکے بیت‌المقدس کو یہودیوں سے آزاد کرانے کے لئے بلکہ وسیع پیمانہ پر امن عالم کی خدمت بجالانے کے لئے تیار ھیں، لیکن سوال ھے صرف ان قائدین، زعماء اور باختیار حضرات کا جن کے ھاتھوں میں اقتدار ھے، کیا وہ بھی یورپ و امریکہ کے تفریحی سامان سے دور رہ کر قوم کی خدمت انجام دینے کے لئے تیار ھیں؟ اگر ھیں اور ھم کو یہ امید رکھنی ھی چاھئیے کہ

اب شاید تیار ھوجائیں تو پھر دنیا میں امن قایم ھوجائے گا۔ اور مسلمانوں ھی کے اتحاد و اتفاق سے یہ امن قایم ھوسکتا ھے ولسن کے چودہ نکات اور روزولٹ کا منشور دونوں ھی ناکام ثابت ھوچکے۔ اب ان سے کوئی امید وابستہ نہیں کی جاسکتی

کسی ذمہ‌دار، اھم اور فعال جماعت کے لئے یہ ممکن نہیں ھے کہ وہ اپنا لائحہ عمل تفصیل کے ساتھ تجاویز کی شکل میں پیش کر سکے۔ اور جو کچھ تجویز میں پیش کیا جاتا ھے اس کی حیثیت بھی محض تجویز ھی کی ھوتی ھے۔ اس کے بعد ارادہ اور عزم اور اس کے بعد عمل کی صورت پیدا ھوتی ھے۔ اور جب تک تجویز عمل میں نہ آجائے اس وقت تک اس کے اچھے یا برے اثرات بھی نہیں پیدا ھوتے۔ حکیم شیراز نے کیا خوب کہا ھے۔

نیا ساید مشام از طبلهٔ عود
بر آتش نہ کہ چوں عنبر ببوید

ھم امید کرتے ھیں کہ مسلم حکومتوں کے یہ سربراہ جو مخلصانہ طور پر مسلمانوں کی سود بہبود سوچنے کے لئے اس کانفرنس میں جمع ھوئے تھے۔ جلد از جلد اپنی تجاویز کو عملی شکل دیں گے۔ ایک قابل ذکر بات تو یہ ھوئی کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کا قضیہ ان کی مساعی سے کسی نہ کسی صورت میں طے ھوگیا۔ اور ھماری دعا ھے کہ وہ اس عمل خیر میں کامیاب ھوں، ھر ملک کے عام مسلمان ان کی چشم و ابرو کے اشارے کا انتظار کررھے ھیں۔ وہ ان کی قیادت میں وہ سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ھیں جو آج دنیا والوں کو ناممکن نظر آرھا ھے، یہ وھی قوم ھے ع

کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

اگر عوام کے دلوں کی تپش قیادت کے دلوں میں پیدا ھوگئی ھے تو کوئی زنجیر زنجیر نہیں اور کوئی آھنی کٹہرا کٹہرا نہیں، اس کی تپش سے سب پگھل کر پانی کی طرح بہہ جائیں گے۔ خدا کرے کہ ع

چشم اقوام پہ نظارہ اب تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

پاکستان نے میزبان بھائی کی حیثیت سے لاهور کانفرنس کے لئے جو تیاریاں کیں اور وزیر اعظم سے لے کر ایک عام پاکستانی مسلمان نے جس خلوص کے ساتھ اتنے بڑے پیمانہ پر انتظامات کئے وہ ہر طرح قابل تعریف و لایق آفرین تھے۔ اس سلسلہ میں جناب جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب سکریٹری وزارت قانون کی شخصی توجہ اور محنت سے صرف چند یوم کے اندر ادارۂ تحقیقات اسلامی میں دستور پاکستان کا عربی میں ترجمعہ ہوا، طبع کیا گیا شاهوں کے شایان شان جلد سازی ہوئی اور صدر و وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے جناب سکریٹری صاحب موصوف نے خود سربراهان مملکت کو پیش بھی کردیا۔ کوئی ۱۸۳ صفحات کی کتاب کا ۱۰-۱۲ دنوں میں اس طرح تیار ہوجانا یقیناً کوئی آسان کام نہ تھا، لیکن الحمدللہ کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔